سُورَةُ الانشقاق

سُورَةُ الانْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۲ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳
جب آسمان پھٹ جائے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ آسمان اسی لائق ہے اور جب زمین پھیلا دی جائے
وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝۴ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۵ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ
اور نکال ڈالے جو کچھ اس میں ہے اور خالی ہو جائے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ زمین اسی لائق ہے اے آدمی
اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ
تجھ کو تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب تک پہنچنے میں سہہ سہہ کر پھر اس سے ملنا ہے سو جس کو ملا اعمالنامہ اس کا
بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ
داہنے ہاتھ میں تو اس سے حساب لیں گے آسان حساب اور پھر کر آئے گا اپنے لوگوں کے پاس
مَسْرُوْرًا ۝۹ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ فَسَوْفَ يَدْعُوْا
خوش ہو کر اور جس کو ملا اس کا اعمالنامہ پیٹھ کے پیچھے سے سو وہ پکارے گا موت
ثُبُوْرًا ۝۱۱ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝۱۲ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ اِنَّهٗ
موت اور پڑے گا آگ میں وہ رہا تھا اپنے گھر میں بے غم اس نے
ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝۱۴ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝۱۵ فَلَآ اُقْسِمُ
خیال کیا تھا کہ پھر کر نہ جائے گا کیوں نہیں اس کا رب اس کو دیکھتا تھا سو قسم کھاتا ہوں
بِالشَّفَقِ ۝۱۶ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝۱۷ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ
شام کی سرخی کی اور رات کی اور جو چیزیں اس میں سمٹ آتی ہیں اور چاند کی جب پورا بھر جائے کہ تم کو چڑھنا ہے

طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝۱۹ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ
سیڑھی پر سیڑھی پھر کیا ہوا ہے ان کو جو یقین نہیں لاتے اور جب پڑھیے ان کے پاس قرآن
لَا يَسْجُدُوْنَ ۝۲۱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝۲۲ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
وہ سجدہ نہیں کرتے اوپر سے اور یہ کہ منکر جھٹلاتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اندر
يُوْعُوْنَ ۝۲۳ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۲۴ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
بھر رکھتے ہیں سو خوشی سنا دے ان کو عذاب دردناک کی مگر جو لوگ کہ یقین لائے اور کام کئے بھلے
لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۲۵
ان کے لئے ثواب ہے بے انتہا

خلاصۂ تفسیر

جب (نفخۂ ثانیہ کے وقت) آسمان پھٹ جاوے گا (تاکہ اس میں سے غمام یعنی بادل کی شکل کی ایک چیز کا نزول ہو جس میں فرشتے ہوں گے جس کا ذکر پارہ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ آیت وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ میں ہے) اور اپنے رب کا حکم سن لے گا (اور مان لے گا، یہاں حکم سے مراد حکم تکوینی انشقاق کا ہے اور ماننے سے مراد اس کا وقوع ہے) اور وہ (آسمان بوجہ محکوم قدرت ہونے کے) اسی لائق ہے (کہ جس امر کی مشیت اس کے متعلق ہو اس کا وقوع ضرور ہو جاوے) اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جاوے گی (جس طرح چمڑا یا ربڑ کھینچا جاتا ہے، پس اس وقت کی مقدار سے اس وقت مقدار زیادہ ہو جاوے گی تاکہ سب اولین و آخرین اس میں سما جاویں جیسا در منثور میں بسند جید حاکم کی روایت سے مرفوعاً وارد ہے تُمَدُّ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَدَّ الْاَدِيْمِ الخ پس آسمان کا یہ انشقاق اور زمین کا امتداد دونوں حساب محشر کے مقدمات میں سے ہیں) اور (وہ زمین) اپنے اندر کی چیزوں کو (یعنی مُردوں کو) باہر اگل دے گی اور (سب مُردوں سے) خالی ہو جاوے گی اور (وہ زمین) اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے (اس کی تفسیر بھی مثل سابق ہے پس اس وقت انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا جیسا آگے ارشاد ہے کہ) اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک (یعنی مرنے کے وقت تک) کام میں کوشش کر رہا ہے (یعنی کوئی نیک کام میں لگا ہوا ہے کوئی برے کام میں) پھر (قیامت میں) اس (کام کی جزاء) سے جا ملے گا تو (اس روز) جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا سو اس سے آسان حساب لیا جاوے گا اور وہ (اس سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا (آسان حساب کے مراتب مختلف ہیں، ایک یہ کہ اس پر بالکل عذاب مرتب نہ ہو بعض کے لئے تو یہ ہوگا اور حدیث میں اسی کی تفسیر یہ آئی ہے کہ جس حساب میں مناقشہ (خورده گیری) نہ ہو صرف پیشی ہو جاوے اور یہ ان کے لئے ہوگا جو بلا کسی عذاب کے نجات پائیں گے۔ دوسرا یہ کہ اس پر عذاب دائمی نہ ہو اور یہ عام مومنین کیلئے ہوگا۔ اور مطلق عذاب اس کے منافی نہیں) اور جس شخص کا نامۂ اعمال (اس کے بائیں ہاتھ میں) اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا (مراد اس

سے کفار ہیں، اور پشت کیطرف سے ملنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اُس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں گی تو بایاں ہاتھ بھی پشت کیطرف ہوگا، دوسری صورت مجاہد کا قول ہے کہ اسکا بایاں ہاتھ پشت کی طرف نکالدیا جاویگا، کذا فی الدر المنثور) سو وہ موت کو پکاریگا (جیسا مصیبت میں عادت ہے موت کی تمنا کرنے کی) اور جہنم میں داخل ہوگا، یہ شخص (دُنیا میں) اپنے متعلقین (اہل و عیال و حشم و خدم) میں خوش خوش رہا کرتا تھا (یہاں تک کہ فرطِ خوشی میں آخرت کی تکذیب کرنے لگا تھا جیسا کہ آگے ارشاد ہے کہ) اُس نے خیال کر رکھا تھا کہ اُسکو (خدا کی طرف) لوٹنا نہیں ہے (آگے رد ہے اس گمان کا کہ لوٹنا) کیوں نہ ہوتا (آگے لوٹنے کے بعد جزا کا اثبات ہے کہ) اسکا رب اسکو خوب دیکھتا تھا (اور اسکے اعمال پر جزا دینے کے ساتھ مشیت متعلق کر چکا تھا اسلئے جزا کا وقوع ضروری تھا) سو (اس بنا پر) میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی اور رات کی اور اُن چیزوں کی جن کو رات سمیٹ (کر جمع کر) لیتی ہے (مراد وہ سب جاندار ہیں جو رات کو آرام کرنے کے لئے اپنے اپنے ٹھکانے میں آجاتے ہیں) اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے (یعنی بدر بنجاوے، ان سب چیزوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں) کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے (یہ تفصیل ہے یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ تا مُلٰقِیْہِ کی، پس وہاں جنس کو خطاب تھا یہاں جمیع افراد کو خطاب ہے وہاں لقائے عمل کا ذکر مجملاً فرمایا، یہاں اُس چیز کی تفصیل ہے جس سے روزِ محشر ملے گا یا اسکے سامنے آویگی اور وہ حالتیں ایک موت ہے اسکے بعد احوالِ برزخ اسکے بعد احوالِ قیامت پھر خود انمیں بھی تعدد و کثرت ہے اور ان قسموں کا مناسبِ مقام ہونا اسطرح ہے کہ رات کے احوال کا مختلف ہونا کہ اول شفق نمودار ہوتی ہے پھر زیادہ رات آتی ہے تو سب سو جاتے ہیں اور پھر ایک رات کا دوسری رات سے نورِ قمر کی زیادت و نقصان میں مختلف ہونا، یہ سب مشابہ ہے اختلافِ احوال بعد الموت کے، و نیز موت سے عالمِ آخرت شروع ہوتا ہے جیسے شفق سے رات شروع ہوتی ہے پھر عالمِ برزخ میں رہنا مشابہ لوگوں کے سو رہنے کے ہے اور چاند کا پورا ہونا بعد محاق کے مشابہ ہے حیوٰۃِ قیامت کے بعد فنائے عالم کے) سو (باوجود ان مقتضیات خوف و ایمان کے اجتماع کے) ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور (خود تو ایمان اور حق کی کیا طلب کرتے انکی عناد کی یہ حالت ہے کہ) جب انکے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو (اسوقت بھی خدا کیطرف) نہیں جھکتے بلکہ (بجائے جھکنے کے) یہ کافر (اور اُلٹی) تکذیب کرتے ہیں اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ (اعمالِ بد کا ذخیرہ) جمع کر رہے ہیں سو (ان اعمالِ کفریہ کے سبب) آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے انکے لئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونیوالا نہیں (عمل صالح کی قید شرط کے طور پر نہیں سبب کے طریق پر ہے)

معارف و مسائل

اس سورت میں قیامت کے احوال اور حساب کتاب اور نیک و بد کی جزاء و سزا کا پھر غافل انسان کو خود اسکی ذات اور گردوپیش کے حالات میں غور کرنے اور اُن سے ایمان باللہ والقرآن تک پہنچنے کی ہدایت ہے۔ اسمیں پہلے

آسمان کے پھٹنے کا ذکر ہے پھر زمین کا کہ جو کچھ اسکے پیٹ میں ہے خواہ وہ خزائن و دفائن ہوں یا انسان کے مُردہ اجسام وہ سب اُگل کر نکالدے گی اور محشر کے لئے ایک نئی زمین تیار ہوگی جس میں نہ کوئی غار، پہاڑ ہوگا نہ تعمیر اور درخت ایک صاف سطح مستوی ہوگی اُس کو کھینچکر بڑھا دیا جائیگا تاکہ تمام اولین و آخرین اُس پر جمع ہو سکیں یہ بیان دوسری سورتوں میں مختلف عنوان سے آیا ہے، یہاں ایک نئی زیادتی یہ ہے کہ آسمان اور زمین دونوں پر جو تصرف حق تعالیٰ کیطرف سے روزِ قیامت ہوگا اسکے متعلق فرمایا وَاَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ، اَذِنَ کے معنی ہیں سُن لیا اور مراد سننے سے حکم ماننا کرنا ہے اور حُقَّتْ بصیغہ مجہول کے معنی یہ ہیں کہ حُقَّ لَھَا الْاِنْقِیَادُ یعنی حق تھا و واجب تھا کہ وہ اللہ کے اس حکم کی اطاعت کرے

احکامِ الٰہیہ کی دو قسمیں

یہاں آسمان و زمین کی اطاعت اور تعمیلِ حکم کے دو معنے ہو سکتے ہیں کیونکہ احکامِ الٰہیہ دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک تشریعی احکام جنمیں ایک قانون بتلایا جاتا ہے اور اُس کی خلاف ورزی کی سزا بتلادی جاتی ہے مگر کرنیوالے کو اسکی کسی جانب پر مجبور محض نہیں کیا جاتا بلکہ اسکو ایک درجہ کا اختیار دیا جاتا ہے وہ اپنے اختیار سے اس قانون کی پابندی کرے یا خلاف ورزی، اور ایسے احکام عموماً اُن مخلوقات پر عائد ہوتے ہیں جو ذوی العقول کہلاتے ہیں جیسے انسان اور جن، یہیں سے ان میں مؤمن و کافر اور مطیع و نافرمان کی دو قسمیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دوسری قسم احکام کی تکوینی اور تقدیری احکام ہیں ان کی تنفیذ جبری ہوتی ہے کسی کی مجال نہیں کہ سرِمو ان کے خلاف کرسکے ان احکام کی تعمیل کل مخلوقات جبراً کرتی ہے ان میں انسان اور جن بھی داخل ہیں، تکوینی احکام میں اُنکے لئے جو کچھ مقدر کر دیا گیا مؤمن ہو یا کافر، متقی ہو یا فاسق، سب کے سب اُسی تقدیری قانون کے تابع چلنے پر مجبور ہیں

ذرہ ذرہ دہر کا پابستۂ تقدیر ہے — زندگی کے خواب کی جامی یہی تعبیر ہے

اس جگہ یہ ہو سکتا ہے کہ آسمان و زمین کو حق تعالیٰ خاص شعور و ادراک عطا فرمادیں جو مکلفین میں ہوتا ہے اور جب ان کو کوئی حکم حق تعالیٰ کی طرف سے ملا، انہوں نے باختیار خود اُس کی تعمیل اور اطاعت کی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حکم سے مراد حکم تکوینی لیا جائے جس میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دخل ہی نہیں ہوتا اَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ کے الفاظ پہلے معنے کے لئے زیادہ اقرب ہیں، دوسرے معنے بھی بطور مجاز کے بن سکتے ہیں۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ، مَدّ کے معنے کھینچنے اور دراز کرنے کے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز زمین کو اس طرح کھینچکر پھیلایا جائیگا جیسے چمڑے (یا ربڑ) کو کھینچکر بڑا کردیا جاتا ہے، مگر اسکے باوجود میدانِ حشر جو اس زمین پر ہوگا اسمیں ابتداءِ دُنیا سے قیامت تک کے تمام انسان جمع ہونگے تو صورت یہ ہوگی کہ ایک آدمی کے حصہ میں صرف اتنی زمین ہوگی جس پر اسکے پاؤں ہیں (رواہ الحاکم بسند جید، مظہری)

وَاَلْقَتْ مَا فِیْھَا وَتَخَلَّتْ، یعنی اُگل دیگی زمین ہر اُس چیز کو جو اسکے بطن میں ہے اور بالکل خالی ہو جاویگی زمین کے بطن میں خزائن و دفائن اور معادن بھی ہیں اور ابتدائے دُنیا سے مرنیوالے انسانوں کے اجسام و ذرات بھی زمین ایک زلزلہ کے ساتھ یہ سب چیزیں اپنے بطن سے باہر نکالدے گی۔

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ، کدح کے معنے کسی کام میں پوری جد و جہد اور اپنی توانائی صرف کرنے

کہتے ہیں، اور اِلٰی رَبِّکَ سے مراد اِلٰی لقاءِ ربّک ہے یعنی انسان کی ہر سعی وجدوجہد کی انتہا اسکے رب کیطرف ہونیوالی ہے
رجوع الی اللہ۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو خطاب فرما کر اسکے غور وفکر کے لئے ایک ایسی راہ دکھائی ہے
کہ اسمیں کچھ بھی عقل وشعور ہو تو وہ اپنی جدّوجہد کا رُخ صحیح سمت کیطرف پھیر سکتا ہے جو اسکو دُنیا ودین میں سلامتی اور
عافیت کی ضمانت دے۔ پہلی بات تو یہ ارشاد فرمائی کہ انسان نیک ہو یا بد، مؤمن ہو یا کافر اپنی فطرت سے اسکا عادی ہے
کہ کچھ نہ کچھ حرکت کرے اور کسی نہ کسی چیز کو اپنا مقصود بنا کر اسکے حاصل کرنے کے لئے جدوجہد اور محنت برداشت کرے، جسطرح
ایک شریف نیک خو انسان اپنے معاش اور ضروریاتِ زندگی کی تحصیل میں فطری اور جائز طریقوں کو اختیار کرتا ہے اور انہی میں
اپنی محنت وتوانائی صرف کرتا ہے۔ بدکار بدخو انسان بھی اپنے مقاصد کہیں بے محنت بے جدوجہد حاصل نہیں کر سکتا،
چور ڈاکو بدمعاش دھوکہ فریب لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کو دیکھو کیسی کیسی ذہنی اور جسمانی محنت برداشت کرتے ہیں
جب اُن کو اُن کا مقصود حاصل ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ بتلائی کہ عاقل انسان اگر غور کرے تو اسکی تمام حرکات بلکہ
سکنات بھی ایک سفر کی منزلیں ہیں جسکو وہ غیر شعوری طور پر قطع کر رہا ہے جسکی انتہا اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری یعنی موت ہے
(اِلٰی رَبِّکَ) میں اسی کا بیان ہے۔ اور یہ انتہا ایسی حقیقت ہے کہ جسکا کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ انسان کی ہر جدوجہد
اور محنت موت پر ختم ہونا یقینی ہے۔ تیسری بات یہ بتلائی کہ موت کے بعد اپنے رب کے سامنے حاضری کیوقت اسکی
تمام حرکات واعمال اور ہر جدوجہد کا حساب ہونا از روئے عقل وانصاف ضروری ہے تاکہ نیک بد کا انجام الگ الگ
معلوم ہو سکے ورنہ دُنیا میں تو اسکا کوئی امتیاز نہیں ہوتا، ایک نیک آدمی ایک مہینہ محنت مزدوری کرکے اپنا رزق اور
جو ضروریات حاصل کرتا ہے، چور ڈاکو اُس کو ایک رات میں حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی وقت حساب کا اور جزا و
سزا کا نہ آئے تو دونوں برابر ہو گئے جو عقل وانصاف کیخلاف ہے۔ آخر میں فرمایا فَمُلٰقِیْهِ، مُلاقیہ کی ضمیر کدح کیطرف
بھی راجع ہو سکتی ہے تو معنی یہ ہونگے کہ جو جدوجہد یہاں انسان کر رہا ہے بالآخر اپنے رب کے پاس پہنچکر اپنی اس
کمائی سے ملیگا اور اسکے اچھے یا بُرے نتائج اسکے سامنے آجائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مُلاقیہ کی ضمیر رب کیطرف راجع
ہو اور معنی یہ ہوں کہ ہر انسان آخرت میں اپنے رب سے ملنے والا اور حساب کے لئے اسکے سامنے پیش ہونیوالا ہے، آگے
نیک بد اور مؤمن وکافر انسانوں کے الگ الگ انجام کا ذکر ہے جس کی ابتدا اعمال نامہ کا داہنے یا بائیں ہاتھ میں آجانا ہے
داہنے والوں کو جنّت کی دائمی نعمتوں کی بشارت، اور بائیں والوں کو دوزخ کے عذاب کی اطلاع ملجاتی ہے۔ اس مجموعہ
پر اگر انسان غور کرے کہ ضروریاتِ زندگی بلکہ اپنے نفس کی غیر ضروری مرغوبات کو بھی حاصل تو نیک بد دونوں ہی کر لیتے ہیں
اسطرح دُنیا کی زندگی دونوں کی گزر جاتی ہے مگر ان دونوں کے انجام میں زمین وآسمان کا فرق ہے ایک کے نتیجہ میں دائمی
غیر منقطع راحت ہی راحت ہے، دوسرے کے نتیجہ میں دائمی مصیبت وعذاب ہے پھر کیوں نہ انسان اس انجام کو
آج ہی سوچ سمجھ کر اپنی سعی وعمل کا رُخ اُس طرف پھیر دے جو دُنیا میں بھی اُس کی ضرورتوں کو پورا کر دے
اور آخرت کی دائمی نعمت بھی اس کو حاصل رہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا

اس میں مؤمنین کا حال بیان فرمایا ہے کہ ان کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جاویں گے اور ان سے بہت آسان
حساب لے کر جنّت کی بشارت دیدی جائے گی اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوش خوش واپس ہوگا۔
صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَن
حُوسِبَ یومَ القیٰمۃ عُذِّبَ، یعنی قیامت کے روز جس سے حساب لیا جائے وہ عذاب سے نہ بچے گا۔ اس پر
حضرت صدیقہ عائشہؓ نے سوال کیا کہ کیا قرآن میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت میں جسکو حسابِ یسیر فرمایا وہ درحقیقت مکمل حساب نہیں بلکہ صرف ربّ العزت کے سامنے
پیشی ہے اور جس شخص سے اسکے اعمال کا پورا پورا حساب لیا گیا وہ ہرگز عذاب سے نہ بچے گا۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤمنین کے اعمال بھی ربّ العزت کے سامنے پیش تو سب ہونگے مگر ان کے ایمان کی
برکت سے اُن کے ہر ہر عمل پر مناقشہ نہیں ہوگا، اسی کا نام حسابِ یسیر ہے۔ اور اپنے گھر والوں کیطرف خوش خوش
واپس ہونیکے دو معنے ہو سکتے ہیں، یا تو گھر والوں سے مراد جنّت کی حُوریں ہیں جو وہاں اسکے اہل ہوں گی اور یہ بھی
ممکن ہے کہ دُنیا میں جو اسکے اہل وعیال تھے محشر کے میدان میں جب حساب کے بعد کامیابی ہوگی تو دُنیا کی عادت
کے مطابق اُنکو خوشخبری سُنانے اُنکے پاس جائیگا، ائمہ تفسیر نے دونوں احتمال بیان فرمائے ہیں (قرطبی)
فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا، یعنی جسکا اعمالنامہ اُس کی پشت کیطرف سے اسکے بائیں ہاتھ میں دیا
جائیگا وہ وہاں اس کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ پھر مر کر مٹی ہو جائے اور عذاب سے بچ جائے مگر وہاں یہ ناممکن ہوگا
بلکہ اسکو جہنّم میں داخل کر دیا جائیگا، اس کی ایک وجہ یہاں یہ ارشاد فرمائی کہ وہ دُنیا میں اپنے اہل وعیال
میں آخرت سے بے فکر ہو کر مگن اور خوش رہا کرتا تھا، بخلاف مؤمنین کے کہ ان کو دُنیا کی زندگی میں کبھی بے فکری
نہیں ہوتی، ہر عیش وراحت کے وقت بھی آخرت کی فکر ضرور لگی رہتی ہے جیسا کہ قرآن کریم نے ان کا حال بیان
فرمایا ہے اِنَّا کُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ، یعنی ہم تو اپنے اہل عیال میں رہتے ہوئے بھی آخرت کا خوف رکھتے تھے
اس لئے ان دونوں فریق کا انجام اُنکے مناسب ہوا جو دُنیا میں اپنے اہل وعیال کیساتھ آخرت سے بے فکر ہو کر عیش و
عشرت اور خوشی ومسرت میں گزارتے تھے آج انکے حصہ میں یہ عذاب جہنم آئے گا، اور جو لوگ دُنیا میں آخرت
کے حساب عذاب سے ڈرتے رہتے تھے انکو وہاں مسرت وخوشی حاصل ہوگی اور اب وہ اپنے اہل وعیال یا
دائمی مسرت کے ساتھ رہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی راحتوں میں مست ومسرور ہو جانا مؤمن کا کام
نہیں، اس کو کسی وقت کسی حال آخرت کے حساب سے بے فکری نہیں ہوتی۔
فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ، اس آیت میں حق تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کے ساتھ مؤکد کرکے انسان کو پھر
اُس چیز کی طرف متوجہ کیا ہے جسکا کچھ ذکر پہلے اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ میں آچکا ہے۔ یہ چاروں چیزیں جن کی قسم
کھائی ہے اگر غور کرو تو اُس مضمون کی شاہد ہیں جو جوابِ قسم میں آنیوالا ہے یعنی انسان کو ایک حال پر قرار نہیں اس کے
حالات اور درجات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں۔ پہلی چیز شفق ہے یعنی وہ سُرخی جو آفتاب غروب ہونے کے

بعد اُفق مغرب میں ہوتی ہے یہ رات کی ابتداء ہے جو انسانی احوال میں ایک بڑے انقلاب کا مقدمہ ہے کہ روشنی جارہی ہے اور تاریکی کا سیلاب آرہا ہے، اسکے بعد خود رات کی قسم ہے جو اس انقلاب کی تکمیل کرتی ہے، اس کے بعد اُن تمام چیزوں کی قسم ہے جن کو رات کی تاریکی اپنے اندر جمع کرلیتی ہے۔ وَسَق کے اصل معنے جمع کرلینے کے ہیں، اس کے عام معنے مراد لئے جائیں تو اس میں تمام دُنیا کی کائنات داخل ہیں جو رات کی تاریکی میں چھپ جاتی ہیں اسمیں حیوانات، نباتات، جمادات، پہاڑ اور دریا سبھی شامل ہیں۔ اور جمع کرلینے کی مناسبت سے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ چیزیں جو عادۃً دن کی روشنی میں منتشر پھیلی ہوئی رہتی ہیں۔ رات کے وقت وہ سب سمٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں میں جمع ہوجاتی ہیں، انسان اپنے گھر میں، حیوانات اپنے اپنے گھروں اور گھونسلوں میں جمع ہوجاتے ہیں، کاروبار میں پھیلے ہوئے سامانوں کو سمیٹ کر یکجا کردیا جاتا ہے، یہ ایک عظیم انقلاب خود انسان اور اسکے متعلقات میں ہے۔ چوتھی چیز جس کی قسم کھائی گئی وہ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ہے یہ بھی وَسَق سے مشتق ہے جسکے معنے جمع کرلینے کے ہیں قمر کے اِتّساق سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو جمع کرے اور یہ چودھویں رات میں ہوتا ہے جبکہ چاند بالکل کامل ہوتا ہے۔ اِذَا اتَّسَقَ کا لفظ چاند کے مختلف اطوار اور حالات کیطرف اشارہ ہے کہ پہلے ایک نہایت نحیف نحیف قوس کی شکل میں ہوتا ہے پھر اس کی روشنی روز بروز ترقی کرتی ہے یہاں تک کہ بدر کامل ہوجاتا ہے مسلسل اور پیہم انقلابات احوال پر شہادت دینے والی چار چیزوں کی قسم کھا کر حق تعالیٰ نے فرمایا لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ، جو چیزیں تہ بر تہ ہوتی ہیں اُس کی ایک تہ کو طبق یا طبقہ کہتے ہیں جمع طبقات آتی ہے لَتَرْكَبُنَّ، رکوب بمعنے سوار ہونے سے مشتق ہے معنے یہ ہیں کہ اے بنی نوعِ انسان تم ہمیشہ ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ پر سوار چڑھتے اور چڑھتے چلے جاؤگے۔ یعنی انسان اپنی تخلیق کے ابتداء سے انتہا تک کسی وقت ایک حال پر نہیں رہتا بلکہ اسکے وجود پر تدریجی انقلابات آتے رہتے ہیں۔

انسانی وجود میں بیشمار انقلابات اور دائمی سفر اور اُس کی آخری منزل

نطفہ سے منجمد خون بنا پھر اُس سے ایک مضغۂ گوشت بنا پھر اُسمیں ہڈیاں پیدا ہوئیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھا اور اعضاء کی تکمیل ہوئی پھر اُس میں رُوح لاکر ڈالی گئی اور وہ ایک زندہ انسان بنا جس کی غذا بطن مادر کے اندر رحم کا گندہ خون تھا، نو مہینے کے بعد اللہ نے اسکے دُنیا میں آنیکا راستہ آسان کردیا اور گندی غذا کی جگہ ماں کا دودھ ملنے لگا۔ دُنیا کی وسیع فضا اور ہوا دیکھی بڑھنے اور پھلنے پھولنے لگا، دو برس کے اندر چلنے پھرنے اور بولنے کی قوت بھی حرکت میں آئی، ماں کا دودھ چھوٹ کر اُس سے زیادہ لذیذ اور طرح طرح کی غذائیں ملیں، کھیل کود اور لہو ولعب اسکے دن رات کا مشغلہ بنا۔ کچھ ہوش و شعور بڑھا تو تعلیم و تربیت کے شکنجے میں کسا گیا، جوان ہوا تو پچھلے سب کام متروک ہوکر جوانی کی خواہشات نے اُن کی جگہ لے لی اور ایک نیا عالم شروع ہوا، نکاح شادی، اولاد اور خانہ داری کے مشاغل دن رات کا مشغلہ بن گئے۔ آخر یہ دور بھی ختم ہونے لگا، قویٰ میں اضمحلال اور ضعف پیدا ہوا بیماریاں آئے دن رہنے لگیں، بڑھاپا آگیا اور اس جہان کی آخری منزل یعنی قبر تک پہنچنے کے سامان ہونے لگے۔ یہ سب چیزیں تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں

کسی کو مجال انکار نہیں مگر حقیقت سے ناآشنا انسان سمجھتا ہے کہ یہ موت اور قبر اس کی آخری منزل ہے آگے کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات اور علیم و خبیر ہے اُسنے آگے آنیوالے مراحل کو اپنے انبیاء کے ذریعہ غافل انسان تک پہنچایا کہ قبر تیری آخری منزل نہیں بلکہ یہ صرف ایک انتظار گاہ (ویٹنگ روم) ہے اور آگے ایک بڑا جہان آنیوالا ہے اور اسمیں ایک بڑے امتحان کے بعد انسان کی آخری منزل مقرر ہوجائے گی جو یا دائمی راحت و آرام کی ہوگی یا پھر دائمی عذاب و مصیبت کی، اور اس آخری منزل پر ہی انسان اپنے حقیقی مستقر پر پہنچکر انقلابات کے چکر سے نکلیگا، قرآن کریم نے اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى، اور اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اور كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ میں یہی مضمون بیان فرما کر غفلت شعار انسان کو حقیقت اور اُس کی آخری منزل سے آگاہ اور اس پر متنبہ کیا کہ عمر دُنیا کے تمام حالات اور انقلابات آخری منزل تک جانے کا سفر اور اسکے مراحل ہیں اور انسان چلتے پھرتے سوتے جاگتے کھڑے بیٹھے ہر حال میں اس سفر کی منزلیں طے کررہا ہے اور بالآخر اپنے رب کے پاس پہنچتا ہے اور عمر بھر کے اعمال کا حساب دیکر آخری منزل میں قرار پاتا ہے جہاں یا راحت ہی راحت اور غیر منقطع آرام ہی آرام ہے یا پھر معاذ اللہ عذاب ہی عذاب اور غیر منقطع مصائب ہیں، تو عقلمند انسان کا کام یہ ہے کہ دُنیا میں اپنے آپ کو ایک مسافر سمجھے اور اپنے وطن اصلی کے لئے سامان تیار کرنے اور بھیجنے کی فکر ہی کو دُنیا کا سب سے بڑا مقصد بنائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ، یعنی دُنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی مسافر چند روز کے لئے کہیں ٹھہر گیا ہو یا کسی رہگذر میں چلتے چلتے کچھ دیر آرام کے لئے رُک گیا ہو۔ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کی تفسیر جو اُوپر بیان کی گئی ہے ابو نعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ کی روایت سے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی مضمون کی روایت کی ہے یہ طویل حدیث اسجگہ قرطبی نے بحوالہ ابی نعیم اور ابن کثیر نے بحوالہ ابن ابی حاتم مفصل نقل کی ہے۔ ان آیات میں غافل انسان کو اُس کی تخلیق اور عمر دُنیا میں اُس کو پیش آنے والے حالات و انقلابات سامنے کرکے یہ ہدایت دی کہ غافل اب بھی وقت ہے کہ اپنے انجام پر غور اور آخرت کی فکر کر۔ مگر ان تمام روشن ہدایات کے باوجود بہت سے لوگ اپنی غفلت سے باز نہیں آتے اسلئے آخر میں ارشاد فرمایا فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ، یعنی ان غافل و جاہل انسانوں کو کیا ہوگیا کہ یہ سب کچھ سُننے اور جاننے کے بعد بھی اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ، یعنی جب اُن کے سامنے ان واضح ہدایات سے بھرا ہوا قرآن پڑھا جاتا ہے اُسوقت بھی وہ اللہ کیطرف نہیں جھکتے۔

سجدہ اور سجود کے معنی لُغت میں جھکنے کے ہیں اور یہ اطاعت شعاری اور فرمانبرداری سے کنایہ کیا جاتا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ سجدہ سے مراد سجدہ اصطلاحی نہیں بلکہ اللہ کے سامنے اطاعت کیساتھ جھکنا جسکو خشوع و خضوع کہتے ہیں وہ مراد ہے اور وجہ اس کی یہ کھلی ہوئی ہے کہ اس آیت میں حکم سجدہ کسی خاص آیت کے متعلق نہیں بلکہ پورے قرآن کے متعلق ہے اگر اس سے سجدہ اصطلاحی مُراد لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ پورے قرآن کی ہر آیت پر سجدہ لازم ہو جو باجماعِ اُمت مراد نہیں ہوسکتا۔ سلف و خلف میں کوئی اسکا قائل نہیں، اب رہا یہ مسئلہ کہ اس آیت کے پڑھنے اور سُننے پر سجدہ واجب ہے یا نہیں تو اگرچہ کسی قدر تاویل کے ساتھ اس آیت سے بھی وجوب سجدہ پر استدلال

ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ یہاں القرآن سے مراد پورا قرآن نہیں، بلکہ الف لام عہد کا ہے اور مُراد اس سے خاص یہی آیت ہے لیکن یہ ایک قسم کی تاویل ہی ہے جو احتمال کے درجہ میں تو صحیح کہی جا سکتی ہے۔ مگر اسکا مُراد قرآن ہونا ظاہر عبارت سے بعید معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم، اسلئے صحیح بات یہ ہے کہ اسکا فیصلہ روایات حدیث اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے تعامل سے ہو سکتا ہے مگر روایات حدیث سجدۂ تلاوت کے متعلق مختلف قسم کی آئی ہیں، بعض سے وجوب معلوم ہوتا ہے بعض سے رخصت، اسی لئے ائمہ مجتہدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس آیت پر بھی سجدہ واجب ہے جیسا کہ مفصل کی دوسری آیتوں پر واجب ہے۔ امام اعظم کا استدلال اسکے وجوب پر مندرجہ ذیل احادیث سے ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو رافع رضؓ نے فرمایا کہ میں نے ایک روز عشا کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے پڑھی، اُنھوں نے سُورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کی تلاوت نماز میں کی اور اس آیت پر سجدہ کیا، میں نے ابو ہریرہ رضؓ سے پُوچھا کہ یہ کیسا سجدہ ہے، اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں اس آیت پر سجدہ کیا ہے اس لئے میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا جبتک کہ محشر میں آپؐ سے ملاقات ہو۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ میں اور اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ میں سجدہ کیا ہے۔ قرطبی نے ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ آیت بھی آیات سجدہ میں سے ہے اس کے پڑھنے اور سُننے والے پر سجدہ واجب ہے مگر ابن عربی جن لوگوں میں مقیم تھے اُن میں اس آیت پر سجدہ کرنے کا رواج نہیں تھا وہ کسی ایسے امام کے مقلد ہونگے جن کے نزدیک سجدہ واجب نہیں تو ابن عربی کہتے ہیں کہ میں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جب کہیں امامت کروں تو سورۂ انشقاق نہیں پڑھتا کیونکہ میرے نزدیک اس پر سجدہ واجب ہے اگر سجدہ نہیں کرتا تو گنا ہگار ہوتا ہوں اور اگر کرتا ہوں تو پوری جماعت میرے اس فعل کو بُرا سمجھے گی، بلا وجہ اختلاف کیوں ڈالا جائے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تمت سورۃ الانشقاق بحمد اللہ تعالیٰ ۱۸ر شعبان ۱۳۹۱ھ

سُورَۃُ البُرُوج

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ بروج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ

قسم ہے آسمان کی جس میں بُرج ہیں اور اُس دن کی جس کا وعدہ ہے، اور اُس دن کی جو حاضر ہوتا ہے اور اسکی کہ جسکے پاس حاضر ہوتے ہیں مارے گئے

اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ

گڑھے کھائیاں کھودنے والے آگ ہے بہت ایندھن والی جب وہ اس پر بیٹھے اور جو کچھ

عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا

وہ کرتے مسلمانوں کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور ان سے بدلہ نہ لیتے تھے مگر اسی بات کا کہ وہ یقین لائے

بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى

اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں والا جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ کے

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ

سامنے ہے ہر چیز تحقیق جو دین سے بچلائے ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو پھر

لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ اِنَّ

توبہ نہ کی تو اُن کے لئے عذاب ہے دوزخ کا اور ان کے لئے عذاب ہے آگ لگنے کا بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

جو لوگ یقین لائے اور کیں انھوں نے بھلائیاں انکے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ

یہ ہے بڑی مراد ملنی بیشک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے بیشک وہی کرتا ہے پہلی مرتبہ